

## ایک منفرد دعویٰ تجربہ

### شیقق الاسلام فاروقی

راقم کو تقریباً نصف صدی تک، ایک خاص دائرے میں دعویٰ کام کرنے کا موقع ملا۔ اس ضمن میں جو ذاتی تجربات پیش آئے، وہ ایک دل چسب اور اپنی نوعیت میں منفرد داستان ہے جس کا آغاز ۱۹۵۵ء میں منڈی بہاؤ الدین میں ہوا۔ تب راقم وہاں روز نامہ مسندیم کا اعزازی نمائندہ بھی تھا، مصباح الاسلام فاروقی اس کے مدیر تھے۔ اختصار کے ساتھ اس کی ایک جملک میں خدمت ہے۔

بنیادی طور پر یہ دعویٰ کام چار دائروں پر محیط ہے: ○ مغرب میں اشاعت اسلام ○ امریکی جیلوں میں دعویٰ کام ○ بیرون ملک رسائل و جرائد سے مراست ○ انفرادی رابطہ اور کارکن سازی۔

#### مغرب میں اشاعت اسلام

مجھے ابتداء سے اسلام عالم اسلام اور میں الاقوای امور سے دل چھپی رہی ہے۔ اپنے ذوق مطالعہ کی تسلیم کے لیے ایک موقع پر ایک رسالے کی ورق گروافی کے دوران، جنوبی کوریا میں ترک بر گیڈ کے مسلمان فوجی دستے کے امام زیر قوچ کی طرف سے ایک ابیل نظر سے گزری کر جنوبی کوریا میں اسلام کی تبلیغ کے لیے اسلامی لٹریچر ارسال کیا جائے۔ میں نے اس ابیل کو اپنے دل کی آواز سمجھتے ہوئے Towards Understanding Islam (دینیات کا انگریزی ترجمہ) کے پچھے نئے ارسال کردیے جو انھیں موصول ہو گئے۔ دینیات کو مؤثر اور مفید پاکر انھوں نے لکھا کہ مزید چند نئے ارسال کیے جائیں، چنانچہ میں نے مزید پچھے نئے بھجوادیے۔ تین ماہ بعد ان کا خط آیا کہ اس کتاب پچھے کا کوریائی زبان میں ترجمہ کر لیا گیا ہے جس سے تبلیغ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بے پایاں ہے کہ شر میں خیر کا پہلو پہاں ہوتا ہے۔ شہاںی کوریا نے ۱۹۵۱ء میں جنوبی کوریا پر دونوں حصوں کو متحد کرنے کے لیے حملہ کیا۔ جنوبی کوریا پر امریکی فوج کی چند بیالیں قابض تھیں جو شہاںی

کوریا کا مقابلہ نہ کر سکتی تھیں، کیونکہ اسے روس اور چین کی حمایت بھی حاصل تھی، چنانچہ شماں کو ریا کا حملہ ہونے پر امریکا نے اپنے اتحادیوں کو مدد کے لیے بلایا، جس پر ترکی نے بھی اپنا ایک بریگیڈ امریکی اہدا کے لیے بیچ دیا۔ اس ترک بریگیڈ کے ذریعے ہی کوریا مش اشاعتِ اسلام کی راہ ہموار ہوئی، جب کہ ترک بریگیڈ کے امام کی طرف سے ہی اسلامی لشیچ پر ارسال کرنے کی اجیل شائع کی گئی تھی۔

غالب ۱۹۶۲ء میں ترک بریگیڈ کی واپسی سے قبل، اس نے سیول میں کوریا اسلامک سوسائٹی کے نام سے اسلامی تنظیم کی بنیاد رکھ دی اور مجھے مطلع کر دیا کہ میں آئندہ اس تنظیم سے مراسلت چاری رکھوں۔ مگر اس تنظیم کی طرف سے میرے خطوط کا کوئی جواب نہیں ملا۔

اسلام نے اس سرزی میں میں خاصی قبولیت حاصل کی۔ چند ہی سال بعد سیول کے ایک تعلیمی ادارے میا گنگ جی کالج میں مسلم طلبہ نے نہ صرف میا گنگ جی مسلم اسٹوڈنٹس یونین کے نام سے اس کالج کے مسلم طلبہ کی ایک تنظیم کی بنیاد رکھ دی، بلکہ میانگ جی مسلم پیدا لذ کے نام سے اپنا ایک خبرنامہ بھی شائع کرنا شروع کر دیا۔ ۱۹۶۷ء کے خبرنامے کے مطابق اس کالج میں مسلم طلبہ کی تعداد ایک سو سے زائد تھی۔ بعد ازاں کوریا اسلامک سوسائٹی نے اپنا نام تبدیل کر کے کوریا مسلم فیڈریشن رکھ لیا اور حاجی صابری سوگنگ کی سوہ پہلے صدر مقرر ہوئے۔

اس وقت میرے سامنے کوریا مسلم فیڈریشن کی قائل ہے۔ ذیل میں راقم کے نام فیڈریشن کے ۱۸ جون ۱۹۶۸ء کے ایک خط سے اقتباس پیش ہے:

۱۵ اسال قبل کوریا میں کوئی مسلمان نہ تھا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس ملک میں ۳ ہزار سے زائد کوریائی مسلمان ہیں۔ جن میں ایک صد سے زائد تعداد کا جوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ کی ہے جب کہ بقیہ بیش تر پروفیسر، پنجروڑا، کنز، تاجز، سرکاری افسران اور ایک ہائی کورٹ کے رہنماؤں ہیں۔

آج کوریا میں مسلمان مردوخواتیں کی تعداد ۵ ہزار سے زائد ہے، جس میں بیش تر ایسے باشور تعلیم یافتہ افراد ہیں جنہوں نے اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر خلوصی دل سے اسلام قبول کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں قبول اسلام کا رجحان تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔

لوگوں کے تجزیہ رفتاری سے قبول اسلام کا تقاضا تھا کہ جلد از جلد ایک مسجد تعمیر کر لی جائے۔ چنانچہ میرے نام ۱۹۶۲ء کے خط کے مطابق، دارالحکومت سیول میں مسجد کی تعمیر ایک باقاعدہ منصوبے اور ڈیزائن کے تحت شروع کر دی گئی اور مجھے زیر تعمیر مسجد کی چند تصاویر بھی بھیجی گئیں جس میں خود کوریا کے ہر طبقے کے مسلم افراد کے علاوہ

مختلف ممالک کے مسلمانوں نے بھی دل کھول کر ملکی تعاون کیا۔ میں نے بھی ۱۹۶۸ء میں مختلف سرکاری مرافق طے کر کے ۱۲ اڈا کی رقم بنک ڈرافٹ کے ذریعے ارسال کی جس کی رسید کوریا مسلم فینڈریشن کے لیٹر ہڈی پر پر یونیٹ، سیکرٹری جنرل اور ڈائرکٹر جنرل کے دستخطوں کے ساتھ مجھے طی جو میرے ریکارڈ میں موجود ہے۔ ان دونوں ایک امریکی ڈالر ساڑھے چار روپے کے برائے تھے۔ بہر حال سیوں میں وسیع رقبے پر ایک خوب صورت اور عالیشان مسجد تعمیر ہوئی۔ ۱۹۹۵ء تک پانچ شہروں میں مزید پانچ خوب صورت مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔ ان سب کی تصادم پر میرے پاس موجود ہیں۔ یقیناً اس کے بعد بھی مزید مساجد کی تعمیر کا سلسلہ چاری ہو گا۔

یہ ہے ایک غیر مسلم ملک میں مطبوعت بنیادوں پر اشاعت اسلام کی تیز رفتاری کی ایک معمولی جھلک! الحمد للہ، اس طرح سے مجھے بہت سے غیر ملکی افراد اور اداروں سے مراسلت اور تسلی لٹریچر کا موقع ملا۔ ان میں بھرا کال کے جزاً قبیل نیوزی لینڈ، عظم آسٹریلیا، تائیوان اور بھرا توں کے جزاً ماریش، ویسٹ اٹریز اور افریقہ کے مختلف ممالک شامل ہیں۔ اگر کوئی فرد ذمکورہ ممالک میں اشاعت اسلام کے مختلف مراحل پر تحقیق کرنا چاہے تو اس کے لیے واپسی اور اجازہ موجود ہے۔

امریکی جیلوں میں دعویٰ کام

گذشتہ ۲۵ سال سے زائد عرصے سے بذریعہ مراسلت اور ترسیل اسلامی لشیج پر میں انفرادی طور پر خالصتا رضاۓ الہمی کے جذبے سے امریکی جیلوں میں دھوت دین کا کام بھی کر رہا ہوں۔

امریکی جیلوں میں دراصل میرے کام کرنے کا سبب اسلام کیلئے کیشن ہے۔ اس ادارے کی انگریزی مطبوعات کی نہ کسی ذریعے سے نہ صرف امریکی جیلوں میں پہنچتی رہی ہیں بلکہ دنیا کے دیگر ملکوں میں بھی۔ چنانچہ جس شخص کے پاس اس ادارے کی انگریزی زبان کی کوئی اسلامی کتاب پہنچی، اُس نے اس ادارے کو خط لکھا کہ وہ نو مسلم ہے اور اُس نے جیل میں اسلام قبول کیا ہے اور وہ اسلام کو ہر یہ سمجھنا چاہتا ہے۔ اُسے جیل کے پتے پر کوئی اسلامی کتاب پہنچیں یا وہ غیر مسلم ہے اور جیل کے ایک مسلمان ساتھی کے ذریعے آپ کے ادارے کی فلاح کتاب مطالعے میں آئی ہے؛ جس کی وجہ سے وہ اسلام کو ہر یہ سمجھ کر قبول کرنا چاہتا ہے۔ لہذا اُس کے پتے پر کوئی موزوں کتاب پہنچی جائے یا میں اس جیل میں کافی عرصے سے قید ہوں اور میں خود صوم و صلوا کا پابند ہوں اور اس جیل میں بڑی تعداد میں اور بھی مسلمان قید ہیں۔ ضرورت ہے کہ انھیں اسلام کی زیادہ سے زیادہ تعلیمات سے آراستہ کیا جائے۔ لہذا اُس نے پر اسے اسلامی لشیج ارجامی اسال کیا جائے۔

کوئی ۳ سال قبل میں وقوع فرقہ کتب کی خریداری کے لیے اسلامک پبلیکیشنز کے دفتر واقع شاہ عالم مارکیٹ لاہور آتا جاتا رہتا تھا۔ ابتداء سے تجسس میرے مزاج کا حصہ رہا ہے، چنانچہ بیرون ممالک سے آئی

ہوئی ڈاک بھی میرے لیے باعث دل جھی تھی۔ میرے پڑھنے پر ہما چلتا کہ یہ کسی امر کی جمل سے آتی ہے۔ اسلامک ہبی کیشنز والوں نے بتایا کہ وہ ان خطوط کو ضائع کر دیتے ہیں کیونکہ ادارے کی پالیسی کے تحت وہ کوئی کتاب بلا قیمت کہیں ارسال نہیں کر سکتے۔ لہذا میں نے ان سے گزارش کی کہ ایسی ڈاک میرے لیے رکھ لیا کریں۔ میں یہ خطوط ارسال کرنے والے قیدیوں سے خود رابطہ قائم کروں گا اور ادارے سے اسلامی لٹریچر خرید کر انھیں ارسال کروں گا۔ اس طرح امر کی جیلوں میں دعوت کے کام کا آغاز ہوا۔ اس عرصے میں جیلوں میں قیدی سیکڑوں امر کی قیدیوں سے میرا تعلق قائم ہوا اور میں نے ان کو خطوط لکھے اور ان کو اسلامی لٹریچر بھیجا۔

میں ترقیدی جو جمل سے باہر کی زندگی میں غیر مسلم تھے وہ اچھے پڑھے لکھے تھے لیکن بے مقصود زندگی کی وجہ سے وہ کسی جرم میں ملوث ہو گئے، بعد ازاں جب جمل میں اسلامی شاعر کے پابند کسی مسلمان قیدی کو دیکھا تو ان کے دل میں تحریک ہوئی کہ وہ اسلام کے بارے میں تحقیق کریں۔ چنانچہ اسلامی شاعر کے پابند کسی مسلمان قیدی سے جب کسی غیر مسلم قیدی کو سادہ رہن، سہن اور اسلام کی فطری تعلیمات میں معاشرتی زندگی کا ایک خوب صورت تصویب ہوا، تو اب اس نے یہ ضروری خیال کیا کہ کوئی شخص یا ادارہ اُس کی صحیح رہنمائی کرے۔ لہذا، جس قیدی کو کسی دوسرے قیدی کے ذریعے اسلامک ہبی کیشنز کی کوئی کتاب میرا آئی، اُس نے اُسے خط لکھ دیا کہ وہ نو مسلم یا غیر مسلم ہے اور اسلام کو سمجھنا چاہتا ہے، اس لیے اسے اسلامی لٹریچر بھیجا جائے۔

ایک بات جوان قیدیوں کے خطوط میں مشاہدے میں آتی ہے وہ ہمارے ملک کی جیلوں کے قیدیوں سے بالکل مختلف ہے۔ ہمارے ملک کی جیلوں کے اکثر قیدی بلا شہہ کسی جرم کے مرکب ہونے کے ساتھ معمولی تعلیم سے بھی عاری ہوتے ہیں، چہ جائیدہ ان سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرنے والے ہوں، جب کہ امر کی قیدی جن کے ساتھ میرا تعلق قائم ہوا ہے بل اتنا چھپی سوچ و فکر کے مالک اور ان کا پیندرائنسگ بھی اچھا ہوتا ہے۔ میں چاہوں گا کہ قارئین کو یہاں بعض قیدیوں کے کام سے متعارف کراؤ۔

میرا سب سے زیادہ تعلق ڈلاویری ریاست کی سرنا(Smyrna) جمل سے اب تک چلا آ رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس جمل میں ہمیشہ مسلمان قیدیوں کی کافی تعداد موجود رہی ہے۔ جمل سے ملتی ایک مسجد الامر کے نام سے موجود ہے جس کے امام عبدالرحمن ہیں۔ میرا ان سے تعلق قائم ہوا اور مراست رہی ہے اور میں انھیں اسلامی لٹریچر بھی بھیجا رہا ہوں۔ امر کی جیلوں میں وارث دین محمد کی جماعت "نیشن آف اسلام" کے پیروکار بھی ہوتے ہیں جو بعض مخصوص نظریات کی حامل نسلی تصب کی بنیاد پر قائم کی گئی تنظیم ہے جس کا اسلام کی حقیقی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔ سیاہ قام امر کیوں میں اس کی دعوت اپنے اندر کافی کش رکھتی ہے جب کہ یہ خود بھی سیاہ قام ہیں۔ ایسے میں یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ وہاں دعوت کا کام کتنا مشکل ہو گا؟

محترم عبدالرحمن کے ایک خط سے جو انہوں نے کمی می ۱۹۸۸ء مطابق ۱۵ ار مصان ۱۴۰۸ھ کو تحریر کیا اور جو پانچ صفات پر مشتمل ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ان سے میر اعلق ۱۹۸۲ء میں قائم ہوا اور مجھ سے مراست سے قبل وہ عام قیدیوں ہی کی طرح تھے لیکن خوب ذہین تاہم یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے اسلام کب قبول کیا۔

عموماً وہ بسم اللہ الرحمن الرحيم اور خوش خط عربی سے اپنے خطوط کا آغاز کرتے ہیں اور اپنے خطوط میں الحمد لله اللہ کا شکر کا بار بار استعمال کیا ہے۔ ان کے ذریعے کئی غیر مسلم امریکیوں کو قبول اسلام کی نہ صرف سعادت نصیب ہوئی بلکہ صحیح اسلامی زندگی اپنانے کی بھی۔ پیش تر خطوط انہوں نے جحد کے روز اور خط پر جحد دینے کے بعد لکھے ہیں اور ان تمام خطوط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا علم وہم دین صحیح ہے، جس کا کسی امریکی جمل کے ایک نو مسلم قیدی سے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان کے خطوط سے ہی میں معلوم کر سکا ہوں کہ ایک مرتبہ میں نے انھیں *Towards Understanding Islam* کے پچھے نئے بیجے تھے جن سے انہوں نے نہ صرف خود استفادہ کیا بلکہ نو مسلم قیدیوں کو بھی صحیح اسلامی تعلیم سے متعارف کرایا۔ تفہیم القرآن کے انگریزی ترجمے کی جلد اول، سوم، ہفتم اور هشتم بھی انھیں بھیجی تھیں جو انھیں موصول ہوئیں اور ان سے خوب استفادہ کیا گیا۔

امریکی جمل کا یہ قیدی مجھے ایک خط میں لکھتا ہے کہ:

مجھے اسلام میں پانچ فتحی ساک کا علم ہے۔ لیکن اس جمل میں دعوت کے کام کے لیے میرے لیے تھے کہ ترین کتاب ثابت ہوئی ہے اور میں اسے زیادہ *Tafsīm* کرتا رہتا ہوں۔

میرے پاس ان کے جتنے بھی خطوط ہیں وہ ایمان تازہ کرنے والے ہیں کیونکہ ہر خط میں انہوں نے ایک یادو افراد کے قبول اسلام کی سعادت حاصل کرنے کا ذکرہ کیا ہے۔ ایک خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں سزاوں کے بارے میں مختلف قوانین ہیں۔ ایک قیدی کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ اسے ۲۵ سال کی سزا ہوئی ہے مگر میں اس کوشش میں ہوں کہ وہ کم ہو جائے اور مجھے امید ہے کہ وہ کم ہو کر صرف چھٹے سال رہ جائے گی۔

چونکہ امریکا میں قیدی کی سزاوں کے بارے میں مختلف قوانین ہیں جن میں جمل کے حکام کی طرف سے نیک چلنی کی وقایتو فقار پورٹوں کے باعث سزا میں تخفیف بھی ہو سکتی ہے۔ پھر ایک جمل سے کسی دوسرا جمل میں بھی ختم کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بعض قیدی جو سزا میں تخفیف کے باعث رہا ہو جاتے ہیں رہائی کے بعد ان سے مراست ختم ہو جاتی ہے۔

سرنا جیل کے امام سے مراسلت اور ان کے ذریعے جیل میں دعوت دین اور قول اسلام سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ امریکی جیلیں، جیلیں نہیں بلکہ ملاشی حق کے لیے قبول حق کی سعادت کا سرچشمہ ہیں۔ میرے سامنے اس عرب قیدی کی جیل کے ایک سفید فام نو مسلم قیدی عبداللہ کا خط ہے، جو اُس نے مجھے میرے خط مورخ ۲۷ جون ۲۰۰۳ء کے جواب میں مورخ ۹ جولائی ۲۰۰۳ء کو لکھا۔ اپنے خط کے ساتھ اُس نے چند سیاہ فام قیدیوں کے ساتھ اپنی تصویر بھی پہنچی ہے جس میں اُس نے اپنے ہاتھ میں قرآن پاک کے انگریزی ترجمے کا نسخہ تھام رکھا ہے۔

اُس نے اپنے خط میں قبول اسلام کی کوئی تفصیل نہیں بتائی کہ اُس نے اسلام کیسے قبول کیا، صرف اتنا لکھا ہے کہ ۱۹۹۲ء میں جیل میں ہی اُس نے اسلام قبول کیا۔ خط لکھتے وقت اُس نے اپنی عمر ۳۲ سال لکھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے ۲۳ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ وہ کسی امریکی بیک پرڈوکٹ کے جرم میں گرفتار ہے، اور لکھتا ہے کہ اس کی جیل میں ڈیڑھ سو سے زائد مسلمان قیدی ہیں اور ان میں اچھے اور بے دلوں طرح کے ہیں۔

اپنے خاندان کے بارے میں لکھتا ہے کہ اُس کا باپ کافر ہے اُس کے علاوہ اُس کا اور خاندان نہیں۔ دین سے اپنے شفف کے بارے میں اُس نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس نے قرآن کریم کی ۳۸ سورتیں حظکر لی ہیں، جب کہ اپنے خطوط کی ابتداء بھی وہ عربی میں تمجید و صلوٰۃ سے کرتا ہے۔ جیرانی ہوتی ہے کہ اُس نے تو سال کی قید کے دوران اسلام کا کتابی علم حاصل کیا ہے اور اپنی زندگی کو اسلام میں کتنا ڈھانل لیا ہے، جو ہم آزاد زندگی میں بھی نہیں کر سکتے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس نے احادیث، فقہ، تفسیر، علوم القرآن، اسلامی تاریخ اور تجوید پر وسیع مطالعہ کر کھا ہے۔

اس وقت میرے سامنے ریاست اوہائیو کے ایک قیدی عبدالنفار کے ۱۹۹۷ء تا ۱۹۹۹ء کے پانچ خطوط ہیں جس نے جیل میں اسلام قبول کیا۔ ایک خط میں، میں نے اُسے لکھا کہ جیل میں آنا اُس کے لیے باعث رحمت ہوا۔ اُس نے جو ابا لکھا کہ واقعتاً ایسا ہی ہے۔ کیونکہ مجھ سے مراسلت نے اُسے وارث دین میں "نیشن آف اسلام" سے بچالیا۔ اُس کی تحریر بڑی عمدہ ہے اور عربی لکھنا بھی سیکھ لیا ہے۔ اپنی والدہ اور اپنے چار بچوں سب کو ان شاء اللہ اسلام میں داخل کرے گا۔ اس کے چار بچے جیل میں آنے سے قبل اور بغیر کسی باقاعدہ شادی کے ہیں، لیکن وہ ان کو اپنی اولاد کہتا اور سمجھتا ہے۔ بڑی اولاد بھی ہے جس کی عمر ۱۸ سال ہے۔ اولاد میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اور جیل سے اُن کو دعوت دین دے رہا ہے۔

میری مراسلت کئی سو قیدیوں پر محیط ہے۔ ان میں بیش تر سیاہ فام ہیں اور چند ایک گورے امریکی اور ایک خاتون قیدی بھی ہے۔ اگرچہ امریکا میں جرامگ کار مچان بڑھ رہا ہے لیکن میرے رابطے میں آنے والے قیدیوں

میں سے کوئی بھی جنسی جرائم میں ملوث نہیں۔ پیش تر ڈکھتی، قتل اور لڑائی جھگڑے اور دنگا فساد کے الزامات کے تحت قید ہیں۔ مجھ سے مراست، فراہمی لٹرچر اور اس کے مطابعے نے ان پر ثبت اثرات مرتب کیے اور سبھی کو اسلام کا ایک اچھا مسئلہ بنادیا۔

شروع میں دینیات، اسلام و جاہلیت، شہادت حق کے انگریزی تراجم، انگریزی رسائلے امہیکٹ، ب्रطانیہ اور یونیورسٹیز، بھارت کے منتخب مقامیں بڑے کار آمد رہے ہیں بعد میں ہفتی رجحان کے مطابق نہیں اور سیاسی معاویہ بھی پہنچا جاتا رہا ہے۔ قیدیوں سے میرے رابطے کی ایک صورت اسلام پہلی کیشنز تھی۔ پہلے اسلام پہلی کیشنز کے ہاں خلطوں کے ذریعے لٹرچر کی مانگ اور دعویٰ کتب کی طلب ہوتی رہی ہے لیکن اب وہ بتاتے ہیں کہ کوئی خطف نہیں آتا۔

افسوں ہے کہ جبل سے رہائی کے بعد قیدیوں نے مراست کا سلسلہ بند کر دیا لیکن سیکڑوں کی تعداد میں جو قیدی رہا ہوئے وہ سبھی نو مسلم تھے اور مجھ سے مراست نے ان میں انقلاب برپا کر دیا، امید ہے کہاب وہ امریکی معاشرے میں یقیناً ایک عمدہ کروار کے مالک ہوں گے۔

امریکی جیلوں کے علاوہ افریقی مالک میں بہت زیادہ دعوت کے کام کی ضرورت ہے۔ اس دائرے میں بھی میراوسی تجربہ ہے۔ ابھی زمبا (Zambia) میں بھی میں نے ایک عیسائی نو مسلم کے ذریعے دعوت کا کام شروع کیا ہے۔ جہاں تک اندر وہ ملک جیلوں میں دعوت کے کام کا سوال ہے، میری رائے میں تحریک اسلامی کے لیے وسیع میدان موجود ہے۔ مقامی جماعت کی یہ سوچ اور فکر ہونی چاہیے کہ جیلوں میں قید افراد سے سلسلہ رابطہ کھا جائے، ان کے بارے میں یہ معلوم کیا جائے کہ ان میں سے کون سافر کتنی تعلیم اور صلاحیت کا مالک ہے، لہذا اس کی سوچ کو ثابت ہنا کہ اسے اسلام کے بنیادی تھانوں سے قریب کر کے دعوت دی جائے۔ اس بارے میں دینیات، خطبات، اسلام اور جاہلیت، شہادت حق، صحابہ کرام کی زندگیاں وغیرہ کتابیں مؤثر کام وے سکتی ہیں۔

میں نے اپنے محدود وسائل کی حد تک جیلوں میں دعوت کے کام کو جاری رکھا، مسائل و مشکلات کا سامنا بھی رہا، لیکن اللہ مسبب الاصباب نے کسی نہ کسی طور اس کام کو آگئے ہی آگئے بڑھایا۔ اگرچہ نائن الیون کے واقعے سے رابطے میں مسائل کا سامنا ہے، حکومت نے ڈاک خرچ میں بے تحاشا اضافہ کر کے یقیناً امریکی و صہیونی عزم کی متحمل چاہی ہے کہ لٹرچر وغیرہ کی ترسیل عملاء ممکن نہ رہے، مگر ان تمام تر کا وہوں کے باوجود جس رفتار سے امریکا میں اسلام اپنے قدم بھا رہا ہے اور خود امریکی شہری صہیونیت کے خلاف اپنی نفرت کا کھلے بندوں اظہار کرتے ہیں، اس سے یہ امید بندھتی ہے کہ صہیونیت کے خلاف امریکی عوام کی یہ لکھ کیرنگت بالآخر نہ صرف

امریکا میں بلکہ دنیا بھر میں سامراجی و صیونی عوام کے خاتمے کا باعث ہوگی اور اسلام غالب آ کر رہے گا۔ ان شاء اللہ!

### بیرون ملک رسائل و جرائد سے مراصلت

دُوپتی سرگرمیوں کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ میرے بعض احباب نے گذشتہ ۲۰ برس میں کم و بیش لندن کے تمام اخبارات میں سے میں لاکوائی اور عالمِ اسلام کے حالات اور ان کے منتخب اداریوں کے اصل تاثیے اتنی تعداد میں ارسال کیے ہیں کہ میرے پاس ایسا واحد ذخیرہ جمع ہو چکا ہے کہ اُس کی مدد سے مختلف موضوعات پر حقیقی کام ہو سکتا ہے۔ لیش اور بیلیر کے خلاف برطانوی اخبارات نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ یہ دونوں نام برطانیہ میں گالی بن کر رہ گئے ہیں۔

ان اخبارات میں بعض کالم نویس اپنے کالموں میں اسلام کے خلاف اپنے تصب کا اظہار کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبیل معروف روزنامے ذیلی میل میں اُس کے کمپریج یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جان کیسی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک فرضی تصویر کے ساتھ ایک مضمون شائع ہوا۔ جس میں ایک طرف یہی کرم کی ذات مبارکؐ کو غیر معمولی صلاحیتوں کا لکھ بروقت صحیح فیصلہ کرنے والا اور انتہائی ولیر اور جرأۃ مند پیش کیا گیا، وہاں نہود بالله عورتوں کا عاشق اور قراق کے لفڑ بھی استعمال کیے گئے۔ میں نے اُس روزنامے کے چیف ایڈٹر کو خط لکھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرزہ سرائی پر ان کی گرفت کی وہاں یہ بھی لکھا کہ یہ عیسائیت ہی ہے جس نے حضرت صیہی کی مختلف فرضی حالتوں میں بتنا کaran کو خدا کا درجہ دیا جب کہ آپ سیست پوری دنیا جانتی ہے کہ ہمارے ہاں تغیری اسلام کی تصور تک نہیں پایا جاتا۔

چیف ایڈٹر نے میرے خط کا جواب دیا کہ روزنامے نے اگلے ہی روز معدتر شائع کر دی تھی اور اُس نے معدتر کی نقل بھی ارسال کی۔ میں نے ایڈٹر سے مختلف کالم نویس کا پا بھی طلب کیا، جو اُس نے مجھے ارسال کیا۔ چنانچہ میں نے کمپریج یونیورسٹی کے اس پروفیسر کو خط تحریر کیا اور اُس کی نقل روزنامے کے چیف ایڈٹر کو بھی ارسال کی۔ اگرچہ اُس نے میرے خط کا کوئی جواب تو نہ دیا لیکن میرا ایک مقصد اسے قائل کرنا تھا کہ اُس نے تغیری اسلام کی ذات مبارک کو اپنی تقدیم کا جو شانہ بنایا ہے وہ اُس جیسے اسکالر کی علیت اور مقام سے گری ہوئی بات تھی۔

اس طرح وفا فتاہ برطانوی اخبارات میں بعض مضامین شائع ہوتے رہے ہیں جن کا میں نے جواب دیا ہے۔ بعض امریکی اور برطانوی اسکالروں سے بھی صیونیت کے خلاف میری مراصلت رہی ہے۔

اس میدان میں بھی مجھ سے جو بن پڑا ہے میں نے اپنی طرف سے کوئی کی نہیں بر تی۔ کوئی دوڑھائی سال

قبل ای اخبار میں *Pakistan today is the most dangerous place on Earth* کے عنوان سے پاکستان کے خلاف ایک مضمون شائع ہوا جس کا نام ہماری امریکا نواز حکومت کی طرف سے کوئی رد عمل سامنے آیا اور نہ ہمارے اگر بیزی یا اردو اخبارات نے ہی کوئی نوش لیا، البتہ میں نے اس اخبار کے چیف ایڈٹر (ایڈٹریل) Fred Hiatt کوئی حوالہ جات کے ساتھ ۲۰ صفحات کا خط لکھا جس کا عنوان تھا:

1. USA & U.K's Governments under Zionism control are the only enemies of world peace.
2. Bush, Blair and Sharon are war criminals.

میں نے اس خط کی نقول اسلام آباد میں تمام غیر ملکی سفیروں پاکستانی وزیر خارجہ خورشید محمد قصوری اور لندن کے بعض اخبارات کے چیف ایڈٹر اور بعض مشرقی دانش وروں کو بھی بھیجیں۔ اس کے جواب میں مشہور صحیونیت مختلف امریکی دانش ور اور مصنف پال فنٹے کا خط میرے لیے ایک ہزار اعزاز ہے۔ اسی طرح لندن کے لارڈ میسر کا میرے نام ذاتی خط بھی میرے لیے ایک یادگار ہے کہ میں نے قوم یہود اور ہندو کے خلاف عیسائیت اور اسلام دینی جگ کے بارے میں اسے اپنا ۱۶ صفحات کے اس مضمون کی جملہ بھی تھی، اس نے یورپیں سو شل فورم کے ۲۰ ہزار یورپی اسکارلوں اور دیگر شعبوں کے اجتماع میں میرے اس مضمون کو بطور ایک ایشیوپیش کیا۔ اس طرح سے یورون ممالک کے رسائل و جرائد سے مراسلت کا سلسلہ چاری رہا اور اسلام کے بارے میں پھیلانی جانے والی غلط فہمیوں کے تدارک اور اسلام کی حقیقی تصویر اور پیغام کو پیش کرنے کی مقدور بھروسہ چاری رکھی اور یہ سلسلہ الحمد للہ ابھی تک چاری ہے۔

#### انفرادی رابطہ و کارکن سازی

اپنی دعویٰ ذمہ دار یوں کی ادا گی کے چیز نظر میرا یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ میرے رابطے میں جو بھی فرد آ یا، دفتر میں دوران سفر یا کہیں بھی میری کوشش رہی ہے کہ اس اتفاقی تعارف کو ایک مستقل رابطہ میں بدل دوں اور ایک فرد کے اندر اس کی ذمہ داریوں کا احساس اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پوشیدہ صلاحیتوں کو ابھارا جائے اور حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ مستقبل میں تحریک کو اچھے کارکن میسر آ سکیں۔ میں تعارف حاصل کرتا، پتا اپنی ڈائری میں درج کرتا اور پھر باہمی گفتگو کے بعد اپنے بیک سے لڑپچریا پھلفت وغیرہ تحفتوں دیتا اور پھر مراسلت چاری رکھتا۔ میری کوشش رہی ہے کہ نوجوانوں کو خاص طور پر آگے بڑھایا جائے اور خاص طور پر عبدالحمید صدیقی کی کتاب انسانیت کی تلاش بہت سے لوگوں کو تحفتوں دی۔ میں نے اپنی کتاب کارکن کی یادداشتیں میں اپنے تجربات کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ اندر ورن ملک مراسلت کا ایک بڑا ریکارڈ آج بھی

میرے پاس محفوظ ہے جو کارکن سازی، تربیت افراد، دعویٰ مسائل اور رہنمائی وغیرہ کے موضوعات پر ایک اچھا لواز مدد ہے۔

اشاعبِ اسلام کے لیے یہ دون ملک مراسلت و تسلیل لٹریچر، امریکی جیلوں میں قیدیوں میں دعوت کا کام، ملکی وغیرہ ملکی جرائد میں اسلام کے خلاف چیننے والی تحریروں پر عمل، گرفت اور تسلیل لٹریچر اور اس کے ساتھ ساتھ اندر وون ملک افراد سے بڑے بیانے پر مستقل رابطہ اور کارکن سازی کے لیے مسامی۔۔۔ اس پر خدا کا ہتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ کبھی سوچتا ہوں کہ اہلی خانہ کی ذمہ داریوں اور حصول رزق کی سرگرمیوں کے ساتھ یہ ہمہ جہت اور عالم گیر نوعیت کا کام، بغیر کسی معاونت اور مالی تعاون کے کیسے انجام پا گیا ہے۔۔۔ کبھی خیال آتا ہے کہ۔

ایں	سعادت	بیزور	بازو	نیست
تا	نہ	بنخشنز	خداء	بنخشدہ

---